بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

شریعت اور نظامِ مصطفیٰؐ

آج کل پاکستانی فضا شریعت اور نظامِ مصطفیٰؐ کے نعروں سے گونج رہی ہے اور شریعت کے قیام کو پاکستان کی ہر مذہبی اور سیاسی جماعت نے نصب العین کے طور پر اختیار کر لیا ہے، لیکن یہ شریعت کیوں؟ جس کی دید کے لئے ہمارے عوام ادھر تیس سال سے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے کھڑے ہیں، لیکن یوں نظر آتا ہے کہ انہیں وقتی ہنگاموں سے ہٹ کر اپنا ہی چراغِ رخِ زیبا لے کر راستے تلاش کرنا ہوگا بے شبہ اسکے بغیر ہماری اجتماعی مشکلات کا کوئی دوسرا مداوا نہیں ہے۔ کیونکہ مسلمانوں نے اپنے اجتماعی نظام کی بنیاد شریعت پر رکھی ہے اور اسلامی شریعت جو حقیقت کا ایک خارجی مظہر ہے، اخلاقی قدروں کی بنیاد پر ایک ایسے معاشرے کی تخلیق کرنا چاہتی ہے جو ہر شہری کو انصاف مہیا کر سکے، جہاں ہر آدمی کی عزت، آبرو، مال و جان اور محنت محفوظ ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ شریعت اپنے شہریوں میں خدا کے سامنے جواب دہی کا بھی شدت سے احساس پیدا کرنا چاہتی ہے کیونکہ یہ احساس عدل و انصاف کے قیام میں بنیادی کردار کرتا ہے۔

عدل و انصاف سے حکومت یا ریاست کا کیا تعلق ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ بعض مسلم مفکرین نے کہا ہے کہ ایک کافر مگر منصف اور عادل حکمران کی حکومت، ایک ظالم مسلمان کی حکومت سے بہتر ہے۔ اس بات سے اس امر کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ اسلام عدل و انصاف

کو کس قدر اہمیت دیتا ہے اور قرآن مجید نے عدل کا جو پاکیزہ تصور پیش کیا ہے، وہ رنگ، نسل اور عقیدے کے اختلاف سے بالاتر ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ انسانی سوسائٹی نے معاشرے سے ظلم و ستم کو ختم کرنے اور انسانی وقار کو بحال کرنے کے لئے مسلسل جدوجہد کی ہے اور صحت مند قدروں کی بنیاد پر نظم و ضبط قائم کرنے کے لئے قانون بھی بنایا جاتا رہا ہے اور اس سلسلے میں مختلف تجربے کئے گئے اور کئے جارہے ہیں لیکن اس بات سے شاید ہی کسی کو انکار ہو کہ ان تجربوں میں سے قانون سازی کا ایک کامیاب تجربہ شریعت اسلامیہ کی بنیادوں پر بھی کیا گیا ہے۔ اس تجربے کا بنیادی نقطہ مادی مفاد جس کا تعین سوسائٹی کرتی ہے، نہیں بلکہ انسان اور خدا کا باہمی رشتہ ہے نیز یہ کہ دنیا کے تمام انسان بھائی بھائی ہیں اور خدائی کنبہ۔ اس تجربہ نے بتایا ہے کہ آدمی میں جس شدت کے ساتھ خدا کے سامنے جوابدہی کا احساس ہوگا اور دوسرے انسانوں کو خدائی آرٹ کا شاہکار تصور کرے گا اسی قدر اجتماعی زندگی میں بہتر طور پر کام کرسکے گا۔ آدمی قانون کی نگاہوں سے بچنے کے لئے نئے نئے طریقے سوچ سکتا ہے۔ لیکن اپنے ضمیر یا خدا کو کبھی دھوکہ نہیں دے سکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ قانون کا تعلق اجتماعی زندگی کے ظاہری ڈھانچے سے ہے۔ وہ اپنے پاس چند تعزیرات اور سزائیں رکھتا ہے۔ لیکن انسان کی داخلی اور معنوی کمزوریوں، مثلاً حسد، بغض، جھوٹ اور لالچ وغیرہ کے لئے اس کے پاس کوئی علاج نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ایک آدمی کو قانون کے زور سے اخلاقی آدمی نہیں بنا سکتے۔ ان بیماریوں سے نجات دلانے کے لئے انسان اور خدا کا یہی باہمی رشتہ ایک زبردست رول ادا کرتا ہے۔ چنانچہ یہ کہنا شاید بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ وقت میں سیکولر قانون جس نے آج دنیا کے ایک بڑے حصہ کو اپنے لپیٹ میں لے رکھا ہے، انسان کو سرمایہ داری کے خوفناک مظالم اور اخلاقی انحطاط سے نجات نہیں دلا سکا۔ اس لئے اگر پاکستانی سوسائٹی شریعت کی طرف رجوع کرتی ہے، جیسا کہ خود اس نے ۱۹۷۳ء کے دستور میں یہ عہد کیا ہے، تو یہ ایک فطری امر ہے اور اس کی اجتماعی زندگی کے لئے ایک نیک فعال، اس سلسلہ میں سرکاری طور پر جو بھی قدم اٹھایا جاتا ہے، اس کا یقیناً خیر مقدم کیا جائے گا لیکن ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ شریعت کا نفاذ خالی نعروں، سیاسی پروپیگنڈے اور زوردار تقریروں سے نہیں ہوگا۔ اس کے لئے پوری تندہی، سنجیدگی، خلوص اور نظم و ضبط سے کام کرنا ہوگا۔ لیکن یہاں اس امر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ آج کل بعض

حلقوں میں شریعت کے نام سے غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ انہوں نے چند سزاؤں کا نام شریعت رکھ چھوڑا ہے۔ یا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت یا دین انسانی عقل کے لئے ایک قید خانہ ہے جہاں پر عقل و دانش کو جمود و تعصب کی زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے شریعت کا مطالعہ کرتے وقت ایک غیر جانبدار آدمی کے لئے اس نتیجہ پر پہنچنے میں کوئی دیر نہیں لگتی کہ شریعت ہی وہ راہ ہے جو سیدھی منزل حریت کی طرف جاتی ہے۔ کیونکہ برائی سے بچنے کا نام آزادی ہے اور یہی مفہوم ہے "خوف خدا" کا۔ جسے "الفرار من معصیۃ اللہ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔

یہاں پر ایک دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ شریعت کا لفظ بول کر لوگ آج کل عام طور پر شراب، جوا اور قحبہ خانوں کی بندش مراد لیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان سماجی برائیوں کے لئے شریعت نے سزائیں مقرر کی ہیں لیکن ان سزاؤں کو شریعت سمجھ لینا بہت بڑی لغزش ہے کیونکہ شریعت ایک اجتماعی نظام ہے جو انصاف کی بنیادوں پر معاشرے کی تشکیل کرتا ہے۔ اور اس راہ میں ہر رکاوٹ کو برائی تصور کرتا ہے۔ چنانچہ ان برائیوں میں سے چند برائیاں وہ ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔ لیکن وہ ان برائیوں کو ایک منصوبہ بندی کے ساتھ ختم کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ بغیر سوچے سمجھے کسی بھی سزا کا نفاذ کرنا اسلامی شریعت کی روح کے خلاف ہوگا مقصد برائی کو روکنا ہے تاکہ وہ اخلاقی قدروں کے فروغ کی راہ میں حائل نہ ہو۔ لیکن برائی کو اس انداز سے روکنا کہ وہ برائی ہی کے فروغ کا ذریعہ بن جائے۔ تو یہ امر ایک انسانی المیہ سے کم نہ ہوگا۔ مثلاً صرف ایک حکم سے ان "مکانات" کو بند کر دینا جہاں راتیں جاگتی ہیں، برائی کو روکنے کے لئے کافی نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ "اس بازار" میں بسنے والی "بدنصیب مخلوق" کے لئے ایک تربیت گاہ قائم کی جائے۔ جہاں پر یہ مخلوق چند ماہ تک رہ سکے۔ اس تربیت گاہ سے نکلنے کے بعد جب تک انہیں کسی سماجی نظام میں کام نہ مل جائے، اس وقت تک اسے سرکاری طور پر الاؤنس ملنا چاہیئے۔ یہ مخلوق، سزا نہیں بلکہ ۴
ہماری ہمدردی کی مستحق ہے۔ اگر یہ طریق اختیار نہ کیا گیا تو اس سے برائی کے اڈے ایک جگہ نہیں مختلف جگہ پر کھل جائیں گے۔ اس کہنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ سماجی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے شریعت نے جو سزائیں مقرر کی ہیں۔ ان سزاؤں کی تہ میں کام کرنے والے فلسفے کا ادراک

سزاؤں سے وابستہ مقصد پورا نہ ہو سکے گا، غرضیکہ شریعت کو مثبت بنیادوں پر نافذ کرنے کے لیے علماء کرام اور ماہرین قانون کو مل کر لائحہ عمل تیار کرنا ہوگا اور مزید یہ کہ شریعت کو نافذ کرنے والی قوتِ نافذہ کو خود بھی شریعت کے سانچے میں ڈھلنا ہوگا۔ ملک کے اصحاب علم سے ہماری درخواست ہے کہ اگر وہ اس موضوع پر علمی انداز میں لکھنا چاہیں تو فکر و نظر ان کے مضامین کا خیر مقدم کرے گا

****